ABSTRACT

LUQTA & LAQEET (In doctrine of Shariah)
(The things found in way possessed by unknown)

By : Dr. **Abdul Ali**

"LUQTA" is a term used in Islamic Jurisprudence which means a thing, one finds fallen in a way without seeking for it. If it is a non-living material thing is called "LUQTA" in Shariah "LUQTA" is such a non living material which may be found to a person on the passage and whose proprietor or possessor is truly not known and "LUQEET" is a living new born baby who has been thrown out due to fear of poverty or a blame of adultery. Another same term in Jurists use is "Al-Thualah" but most of the Jurists are of the opinion that term: "Al-Thualah" implies only to a lost cattle.

In Shariah Doctrine the injection for "LUQTA" is that if someone finds such a thing it is "MUSTAHIB" to take in possession however he should be sure of his intention that he will return it to its master after publicity and search. If he is not sure about his intention than it is batter to leave it on the same place – however if the finder thinks that the found is not safe then it is 'WAJIB' to pick it up.

So far 'LAQEET' is concerned it is in the category of 'MANDOOB' to pick it up however if its safety is doubtful and is thought that it will be abolished, for example it is drowned in water or in danger of a harmful animal then it lies in the category of 'WAJIB' to pick him. It is the responsibility of Muslims either individually or collectively to look after such a founding of Muslim parents.

In case of cattle it is also right to catch it and to try to find his master.

لقطہ اور لقیط (گری پڑی چیز اٹھانے) کا شرعی حکم

ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی ☆

ارشادِ خداوندی ہے:

قَالَ قَائِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ. (۱)

''بولا ایک بولنے والا ان میں، مت مارڈالو یوسف کو اور ڈال دو اس کو گمنام کنویں میں، کہ اٹھا لے جائے اس کو کوئی مسافر، اگر تم کو کرنا ہے''۔

آیت مذکورہ میں لفظ التقاط ذکر ہے، التقاط ''لقطہ'' سے بنا ہے، اس لفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہاء و مفسرین نے آیت مذکورہ کو احکام لقیط کی بنیاد قرار دیا ہے. جیسا کہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

هذه الآية اصلٌ فی احکام اللقیط.(۲)

''یہ آیت احکام لقیط کے بارے میں اصل ہے''.

لغت میں لقطہ اس گری پڑی چیز کو کہتے ہیں جو کسی کو بغیر طلب مل جائے، غیر جان دار چیز ہو تو اس کو ''لقطہ'' اور جان دار کو فقہاء کی اصطلاح میں ''لقیط'' کہا جاتا ہے. شرع میں لقطہ وہ مال ہے کہ راستے میں پڑی ہوئی پائی جاوے کہ اس کا مالک بعینہ معلوم نہ ہو، اور لقیط ایسے زندہ بچے کو بولتے ہیں جس کو اس کے اہل نے فقر کے خوف سے یا تہمت زنا سے فرار حاصل کرنے کی غرض سے پھینک دیا ہو''.(۳)

لقطہ کے مترادف لفظ ''ضالۃ'' ہے، اکثر فقہاء کے نزدیک ''الضالۃ'' کا اطلاق صرف گم شدہ حیوان پر کیا جاتا ہے، عربی محاورہ میں کہتے ہیں ضل الانسان والبعیر وغیرهما من الحیوان (انسان، اونٹ اور کوئی اور حیوان گم ہو گیا) حیوان کے علاوہ دیگر گم شدہ اشیاء کے لئے لقطہ کا لفظ بولتے ہیں.(۴)

ذیل میں لقطہ، لقیط اور ضالۃ کے بعض اہم احکام مختصراً بیان کئے جاتے ہیں.

لقطہ کے احکام:

۱۔ لقطہ کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی گری پڑی چیز پائی جائے تو اسے اٹھا لینا مستحب ہے، بشرطیکہ اپنے نفس پر یہ اعتماد ہو کہ اس چیز کی تشہیر کرا کے اسے اس کے مالک کے حوالہ کر دیا جائے گا، اگر اپنے نفس پر یہ اعتماد نہ ہو تو پھر اسے وہیں چھوڑ

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ۔

دینا ہی بہتر ہے، لیکن اگر یہ خوف ہو کہ اس چیز کو یوں ہی پڑا رہنے دیا گیا تو یہ ضائع ہو جائے گا، تو اس صورت میں اسے اٹھالینا واجب ہوگا جیسا کی سید سابق لکھتے ہیں:

اخذ اللقطة مستحب ،وقيل يجب .وقيل ان كانت في موضع يأمن عليها الملتقط اذا تركها استحب له الاخذ .فان كانت في موضع لايأمن عليها فيه اذاتركها وجب عليه التقاطها، واذا علم من نفسه الطمع فيها حُرِّم عليه اخذها .(۵)

''گری پڑی چیز کا اٹھالینا مستحب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا اٹھانا واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر گری پڑی چیز ایسی جگہ پائی جائے کہ پالینے والے کو یہ اطمینان ہو کہ اگر اسے وہاں رہنے دیا جائے تو ضائع نہیں ہوگا، تو پھر اس کا اٹھالینا مستحب ہے اور اگر وہ ایسی جگہ پائی جائے کہ پالینے والے کو یہ اندیشہ ہو کہ اگر اسے وہاں رہنے دیا جائے تو یہ ضائع ہوگا، تو پھر اس پر اسے اٹھالینا لازم ہے اور اگر اسے اپنے نفس پر اس کے بارے میں لالچ کا علم ہو (کہ وہ خود ہی تشہیر سے پہلے اسے فائدہ حاصل کرے گا اور مالک کے حوالے نہیں کرے گا) تو پھر اس پر اس کا اٹھالینا حرام ہے''

۲۔ لقطہ بُری نیت سے اٹھانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

ضالة المسلم حرق النار (۶)

''مسلمان کی گمشدہ چیز (دوزخ کی) آگ کا ایک شعلہ ہے''

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لقطہ کو اس نیت کے ساتھ اٹھائے کہ میں اس کا مالک ہو جاؤں گا نیز وہ احکام کو پورا نہ کرے جو لقطہ کے سلسلہ میں از قسم تشہیر وغیرہ شریعت نے نافذ کئے ہیں، تو وہ لقطہ اس شخص کو دوزخ کی آگ کے حوالے کر دے گا۔ اسی طرح آپؐ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ وَجَد لُقطةً فليشْهد ذاعدلٍ اوْ ذويْ عدْلٍ ولا يكتُمْ ولا يُغيّبْ (۷)

''جو شخص کسی جگہ کوئی گری پڑی چیز پائے تو چاہئے کہ وہ کسی عادل شخص کو یا فرمایا کہ وہ دو عادل شخصوں کو گواہ بنالے اور اس کی تشہیر (اعلان نہ کرکے) اس لقطہ کو چھپائے نہیں اور نہ اسے (کسی دوسری جگہ بھیج کر) غائب کردے۔

۳۔ لقطہ کے بارے میں تیسرا حکم یہ ہے کہ اس کی تشہیر کی جائے، جیسا کہ زید بن خالد الجھنی سے روایت ہے:

جاء اعرابى الى النبى صلى الله عليه وسلم فسأله عما يلتقطه فقال عرفها سنة ثم اعرف عفاصها ووكاء ها فان جآء احد يخبرك بها والا فاستنفقها قال يا رسول الله ضالة الغنم قال لك او لاخيك او للذئب فقال ضالة الابل فتمعر وجه النبى صلى الله عليه وسلم فقال مالك ولها معها حذاؤها وسقاؤها ترد الماء وتاكل الشجر .(۸)

''ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے گری پڑی چیز کے بارے میں سوال کیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس کے ظرف اور تسمے کو اچھی طرح پہچان رکھو، (یعنی اگر وہ چیز کسی کپڑے یا چمڑے کے تھیلے وغیرہ میں ہے تو اسے شناخت میں رکھو) پھر ایک سال تک اس کی تشہیر کرو، اس دوران اگر اس کا مالک آ جائے، تو اس کو دے دو اور مالک کا پتہ نہ چلے تو تم اس کے بارے میں جو چاہو کر لو، اس نے دریافت کیا گم شدہ بکری کے بارے میں کیا حکم ہے آپ نے فرمایا وہ تمہاری ہے، یا اس کا مالک آ کر لے جائے گا ورنہ اسے بھیڑیا لے جائے گا؟ پھر اس نے گم شدہ اونٹ کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اس قدر ناراض ہوئے کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا، آپ نے ارشاد فرمایا: گم شدہ اونٹ سے تمہیں کیا غرض، اس کا مشکیزہ اور جوتا اس کے ساتھ ہے وہ پانی پیتا اور درختوں کے پتے کھاتا رہے گا حتی کہ اس کا مالک آ جائے''۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ابن حجر کہتے ہیں:

قال العلماء: محل ذلک المحافل کابواب المساجد والاسواق فیقول من ضاعت له نفقة او نحو ذلک من العبارات، ولایذکر شیأ من الصفات، وقوله سنة ای متوالیة فلو عرفها سنة متفرقة لم یکف فی اثنتی عشرة سنة قال العلماء: یعرفها فی کل یو م مرتین ثم مرة ثم فی کل اسبوع ثم فی کل شهر، ولایشترط ان یعرفها بنفسه بل یجوز بو کیله. (۹)

''اہل علم کہتے ہیں کہ محافل ومجالس، مساجد کے دروازوں اور بازاروں میں اس کی تشہیر کی جائے، مثلاً: یوں کہے کہ کس کی فلاں چیز ضائع ہوئی ہے اس چیز کی شکل وصورت بیان نہ کی جائے، اور مسلسل ایک سال تک اس کی تشہیر کی جائے۔ اگر وقفہ وقفہ سے تشہیر کرے تو وہ ناکافی متصور ہوگی، علماء کا قول ہے کہ پہلے ہر روز دو دفعہ آواز دے کر تشہیر کرے، پھر ہر روز ایک دفعہ، اس کے بعد ہفتہ میں ایک دفعہ، پھر ہر ماہ ایک دفعہ۔ تشہیر خود کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کے لئے نمائندہ بھی مقرر کیا جا سکتا ہے''۔

عصر حاضر میں گم شدہ چیز کی تشہیر شہروں میں اخبارات ورسائل، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے کی جا سکتی ہے، البتہ دیہات میں ضروری ہے کہ بازاروں، مساجد کے دروازوں اور مناسب مقامات پر تشہیر کی جائے۔

بعض روایات کے مطابق اگر لقطہ دس درہم سے کم قیمت کا ہو تو اس کی تشہیر چند دنوں تک کرنا کافی ہے، اگر دس درہم کی مالیت کا ہو تو ایک مہینہ تک تشہیر کی جائے اور اگر وہ سو درہم کی مالیت کا ہو تو پھر ایک سال کی تشہیر کی جائے۔ (۱۰)

لقطہ اگر کسی ایسی چیز کی صورت میں ہو جو زیادہ دنوں تک نہ رہ سکتی ہو اور موسمی حالات کے تغیر وتبدل سے متاثر ہوتی ہو جیسے کھانے کی کوئی چیز یا پھل وغیرہ ہو، تو اس کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کی تشہیر اسی وقت کی جائے جب تک وہ خراب نہ ہو، اور اگر

لقطہ کوئی بہت ہی حقیر و کمتر چیز ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی تشہیر کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اسے بغیر تشہیر کے استعمال کر لینے کی اجازت ہے، مگر اس کے مالک کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو اپنی اس چیز کا مطالبہ کرے۔(۱۱)

۴۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ تشہیر کے بعد اگر اس کا مالک آجائے تو اسے وہ لقطہ دے دیا جائے، اور اگر مدت تشہیر گذر جانے کے بعد اس لقطہ کا مالک نہ آجائے تو پھر لقطہ اٹھانے والا اس لقطہ کو اپنے استعمال میں لے آئے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے لقطہ کے بارے میں استفسار کرنے والے سے یہ فرمایا کہ

اَعْرِفْ عِفاصَها و وِکاءَ ها ثُمَّ عَرِّفها سَنَةً ،فان جاء صاحبها والّافشانک بها" (۱۲)

''اس کے برتن (جس میں لقطہ رکھا ہوا ہو) اور اس کے سر بند کی خوب شناخت کرو اور ایک سال تک اس کی تشہیر کرو، اگر اس کا مالک آجائے تو ٹھیک ورنہ تم جانو اور تمہارا کام'' (یعنی گویا معاملہ تمہارے صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ اگر تو چاہے تو اسے محفوظ کر کے رکھ لو اور اگر چاہے تو اسے اپنے استعمال میں لے آؤ)

اس سے گویا یہ معلوم ہوا کہ لقطہ اٹھانے والا اصل مالک کے نہ آنے کی صورت میں اس لقطہ کا خود مالک بن جاتا ہے، خواہ وہ مالدار ہو یا مفلس ہو، چنانچہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضرت امام مالکؒ و حضرت امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے، لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول یہ ہے کہ اگر لقطہ اٹھانے والا خود مالدار ہو تو وہ اس لقطہ کا مالک نہیں بنتا، بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اس لقطے کو فقراء و مساکین کو بطور صدقہ دے دے، چنانچہ حضرت سفیان ثوری، ابن المبارک اور حنفیہ کا یہی قول ہے۔ نیز اس بارے میں یہ بھی حکم ہے کہ اگر صدقہ کر دینے کے بعد مالک آئے تو اسے یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو وہ اس صدقہ کو برقرار رکھے اور چاہے لقطہ اٹھانے والے یا اس مفلس سے کہ جس کو لقطہ بطور صدقہ دے دیا گیا تھا، وہ لقطہ واپس لے لے، اگر یہ لقطہ جوں کا توں موجود ہو اور اگر وہ چیز ضائع و ہلاک ہوگئی ہو تو تاوان لے لے، لیکن ان دونوں میں سے جو بھی تاوان دے گا وہ دوسرے سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا، یعنی اگر لقطہ اٹھانے والے نے تاوان دیا تو اسے مفلس سے کوئی مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہوگا اور اگر مفلس سے تاوان لیا تو وہ لقطہ اٹھانے والے سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا۔(۱۳)

۵۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ اگر کسی کو گمشدہ چیز مل جائے اور وہ ایسی حقیر چیز ہے کہ مالک خود اس کو تلاش نہیں کرے گا، مثلاً ایک کھجور یا ایک روپیہ ہے، یا ایک پیاز یا کوئی انگور کا دانہ، خیال یہی ہے کہ یہ اللہ کی نعمت یوں ہی ضائع ہو جائے گی، تو اس کو اٹھا کر کسی کو دے دے، یا خود استعمال کر لے، جیسا کی صحیح بخاری میں ہے:

عن انسؓ قال مرّ النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بتمرةٍ فی الطریق فقال لولانی اخاف ان تکون من الصدقة لا کلتها (۱۴)

''حضرت انسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کا کسی راستہ پر گذر ہوا، ایک کھجور پڑی ہوئی ملی تو ارشاد فرمایا کہ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ کھجور صدقہ کی ہے تو اس کو اٹھا کر کھالیتا''

اسی طرح حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ

رخّص لنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی العصاء والسّوط والحبل واشباهه یلتقطه الرّجل ینتفع به (۱۵)

''رسول کریم ﷺ نے ہمیں لاٹھی کوڑے، رسی اور اس کی مانند ان چیزوں کے بارے میں (کہ جو عام طور پر کمتر سمجھی جاتی ہیں) یہ اجازت دی تھی کہ جو شخص چاہے اٹھالے اور اسے اپنے کام میں لے آئے''

بعض علماء نے کہا ہے کہ جو لقطہ دس درہم سے کم ہو وہ کمتر مال ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو لقطہ ایک دینار سے کم مالیت کا ہو وہ کمتر مال ہے۔(۱۶)

۶۔ چھٹا حکم یہ کہ اگر کوئی گھڑی ساز ہے یا کاریگر یا دھوبی یا درزی یا کوئی دیگر ایسا شخص جو لوگوں کی مختلف چیزوں کی مرمت کرتا ہے ،لوگ اپنی پرانی چیزیں مرمت کے لئے چھوڑ جاتے ہیں، یا دھونے کے لئے کپڑے دے جاتے ہیں، اس کے بعد واپس نہیں آتے، تو ایسی صورت میں اگر مالک مکان کی آمد سے مایوسی ہو جائے اور مزید پڑے رہنے سے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو، تو ان گھڑیوں کو یا کپڑے وغیرہ کو صدقہ کر دیا جائے، خود استعمال کرنا جائز نہیں۔(۱۷)

۷۔ ساتواں حکم یہ ہے کہ جو چیز مسجد سے باہر یا مسجد میں گم ہوئی ہو یا کہیں ملی ہو، اس کا اعلان مسجد میں کرنا صحیح نہیں، کیونکہ مساجد اللہ کی عبادت، نماز، تلاوت، ذکر، وعظ و نصیحت وغیرہ کے لئے بنائی جاتی ہیں، ان مقاصد سے ہٹ کر کوئی بھی کام انجام دینا درست نہیں، لہذا مساجد میں گمشدہ چیزوں کا اعلان نہ کیا جائے، البتہ مسجد سے باہر دروازے میں کھڑے ہو کر یا اشتہار وغیرہ کے ذریعے باہر ہی اعلان کیا جائے، جیسا کہ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

وینبغی ان یعرفها فی المواضع الذی اصابها وفی المجامع فان ذٰلک اقرب الی الوصول الیٰ صاحبها .(۱۸)

''مناسب یہ ہے کہ ایسی چیزوں کا اعلان اس جگہ سے کیا جائے جہاں پر وہ چیز پائی گئی ہو اور ایسی جگہوں میں بھی جہاں لوگوں کا مجمع ہوتا ہو (جیسے بازار میں اور مسجدوں کے دروازے وغیرہ) کیونکہ ان جگہوں میں اعلان کرنے سے (آسانی سے اور زیادہ شہرت ہو جاتی ہے اور اس طرح) اصل مالک کو وہ چیز ملنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے''۔

اسی طرح حدیث میں واضح حکم موجود ہے: ارشاد نبوی ہے:

من سمع رجلاً ینشد ضالةً فی المساجد فلیقل لاردها اللّٰه علیک فان المساجد لم تبن لهذا(۱۹)

''جو کسی شخص کو سنے کہ وہ مسجد میں گم شدہ کی تلاش کرتا ہے تو چاہیے کہ کہے: اللہ تعالیٰ اس کو تجھ پر نہ لوٹائے، کیونکہ مسجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہے''

اس حدیث میں مسجد میں صرف گمشدہ چیز کی تلاش سے روکا نہیں گیا ہے، بلکہ اس میں اس پر زجر و توبیخ بھی موجود ہے

اور ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان کردی گئی ہے، اس زمانہ میں خصوصیت سے اس حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اور اس حدیث کا مفہوم عام مسلمانوں کے ذہن نشین ہونا چاہئے، ہاں اس وقت کوئی حرج سمجھ میں نہیں آتا کہ جب چیز مسجد میں گم ہو جائے تو آداب مسجد کا لحاظ کرتے ہوئے تلاش کی جائے، اسی لئے فقہاء کے نزدیک جو چیز مسجد میں ملی ہو، جیسے کسی کی گھڑی رہ گئی ہو، اس کا اعلان جائز ہے کہ فلاں چیز مسجد میں ملی ہے جس کا ہو لے لے۔(۲۰)

۸۔ آٹھواں حکم یہ کہ اگر کسی شخص کے پاس کوئی لقطہ ہو اور کوئی اس کی علامات بتا کر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرے تو وہ لقطہ اسے دے دینا جائز ہے، اس صورت میں گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہوگا، کیونکہ حدیث کے اس جملے **اعرف عفاصها و وکاءها** (اس کے ظرف اور تسمے کو اچھی طرح پہچان رکھو) کا مطلب یہی بیان کیا گیا ہے۔ ہاں اگر وہ علامات نہ بتا سکے تو پھر گواہوں کے بغیر وہ لقطہ اسے نہیں دینا چاہیے۔(۲۱)

۹۔ حاکم و قاضی کے لئے یہ ہدایت ہے کہ بطور لقطہ ملنے والی چیز اگر ایسی ہے جس سے منفعت حاصل ہو سکتی ہے، جیسے بھاگا ہوا غلام تو اس سے محنت و مزدوری کرائی جائے اور وہ جو کچھ کمائے اسی سے اس کے اخراجات پورے کئے جائیں۔(۲۲)

لقیط کا حکم:

۱۔ لقیط کے بارے میں بھی عام حالات میں یہ حکم ہے کہ اس کا اٹھا لینا مندوب ہے، لیکن اگر اس کے غالب گمان میں یہ ہو کہ یہ ضائع ہو جائے گا، جیسے پانی میں پڑا دیکھا یا درندہ کے سامنے ہو، تو اٹھا لینا واجب ہے، جیسا کہ مقداد السیوری لکھتے ہیں:

> **ولاریب ان اخذ اللقیط فی موضع الحاجة بر واحسان الیه فلو لا مشروعیة لادی الی تلفه المنافی لحکمة الصانع الجواد الکریم الرؤف الرحیم وقد ورد حکایة اللقطة فی القرآن العزیز عن القرون الماضیة کقوله "فالتقطه آل فرعون"(۲۳)وقوله "یلتقطه بعض السیارة(۲۴)وهاتان وان لم یکن فی ظاهرهما امر لکن فی مضمونهما تنبیه واشارة الی هذه الوظیفة المناسبة لشفقة علی خلق الله تعالی (۲۵)**

> ''اس میں کوئی شک نہیں کہ بوقت ضرورت لقیط کو اٹھا لینا اس کے ساتھ نیکی و احسان کا معاملہ ہے، اگر اس کا اٹھا لینا جائز قرار نہ دیا جائے تو یہ ضائع ہو جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کی حکمت صنعت کے منافی ہے قرآن حکیم میں لقطہ کی حکایت گذشتہ امتوں سے متعلق اس طرح بیان ہوئی ہے ''اس کو آل فرعون نے اٹھا لیا'' اور یہ قول ''کہ اٹھا لے جائے اس کو کوئی مسافر'' ان دونوں آیتوں میں اگرچہ ظاہراً لقطہ اٹھانے کا حکم بیان نہیں ہوا ہے لیکن ان کے مضمون میں اس اہم ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت ہو''.

۲۔ لقیط آزاد ہوتا ہے، یعنی اٹھانے والے کا مملوک نہیں ہوتا، اسی طرح لقیط اگر مسلمانوں کے شہر میں پایا گیا تو وہ مسلمان ہوگا اور اگر مسلمانوں اور عیسائیوں کے مشترک شہر میں پایا گیا تو بعض کے نزدیک اس شہر میں جس کی آبادی زیادہ ہوگی اسی میں سے ہوگا

اور بعض کے نزدیک اگر ایک مسلمان بھی اس شہر میں بستا ہوگا، تو لقیط بھی مسلمان ہوگا جیسا کہ ابن العربی لکھتے ہیں:

انّما کان اصل اللقیط الحریة لغلبة الاحرار علی العبید، فقضی بالغالب، کما حکم بانّه مسلم اخذ ابالغالب، فان کان فی قریة فیھا نصاریٰ ومسلمون فقال ابن القاسم، یُحکم بالاغلب، وقال غیرہ: لولم یکن فیھا الّا مسلم واحد قُضِیَ لِلقیط بالاسلام تغلیباً لحکم الاسلام الذی یعلو ولا یُعلّی علیه۔ (۲۶)

''لقیط اصلاً آزاد ہوتا ہے کیونکہ آزاد بندوں کو غلاموں پر غلبہ حاصل ہے، اس لئے غالب پر حکم دیا جائے گا، جیسا کہ غالب پر عمل کرتے ہوئے اس کے مسلمان ہونے کا حکم دیا جاتا ہے، اگر وہ ایسے شہر میں پایا گیا جس میں عیسائی اور مسلمان دونوں رہائش پذیر ہیں تو ابن القاسم کا قول ہے کہ اکثر (غالب آبادی) کا اعتبار کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس بستی میں صرف ایک ہی مسلمان رہائش پذیر ہوں تو بھی اس کے مسلمان ہونے کا حکم دیا جائے گا، کیونکہ غلبہ اسلام کے حکم کو حاصل ہے جو سب سے بلند ہے اور اس پر کوئی بلند نہیں ہو سکتا''

۳۔ لقیط کا ولی سلطان ہے نہ کہ ملتقط (اٹھا لینے والا) اگر ملتقط نے کسی عورت سے اس کا نکاح کرا دیا، یا لقیط لڑکی تھی کہ کسی مرد سے بیاہ دی، تو جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

اِنّ الولایة علی اللقیط فی نفسه وماله للقاضی، ای بالنسبة للحفظ والتعلیم والتربیة والتزویج والتصرف فی ماله، ولیس للمتلقط ولایة التزویج او التصرف فی المال۔ (۲۷)

''لقیط کے نفس اور مال پر ولایت قاضی کو حاصل ہے، یعنی لقیط کی حفاظت، اس کی تعلیم و تربیت، اس کا نکاح کرانے اور اس کے مال میں تصرف کے حوالے سے (ولایت و تصرف قاضی کو حاصل ہے) اور ملتقط کو اس کا نکاح کرانے یا اس کے مال میں تصرف کرنے کی ولایت حاصل نہیں ہے''

۴۔ لقیط کو اپنے پاس رکھنے میں ملتقط دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے، ملتقط کے ہاتھ سے اس کو کوئی نہیں لے سکتا، اب یہ ملتقط کی مرضی ہے اگر وہ خود چاہے تو اس کی تربیت اور نفقہ وغیرہ کا انتظام کرے اور اگر وہ چاہے تو قاضی کے سپرد کر دے، پھر اس صورت میں اگر اس کے پاس اپنا مال پایا گیا تو اسی میں سے خرچ کیا جائیگا، اگر ملتقط نے قاضی کی اجازت سے لقیط پر خرچ کیا تو اس کے بلوغ کے بعد اسے لے سکتا ہے، اگر قاضی کی اذن کے بغیر خرچ کیا تو نہیں لے سکتا۔ (۲۸)

۵۔ مسلمانوں کے لاوارث بچوں کی پرورش مسلمانوں ہی کی ذمہ داری ہے، اگر کوئی کافر انفرادی طور پر مسلمان لاوارث بچوں کی پرورش کرنا چاہے یا کسی ادارہ کی شکل میں مسلمان بچوں کی تعلیم و تربیت کرنا چاہے تو شرعاً یہ جائز نہیں، کیونکہ کسی کافر کی تربیت میں پرورش پا کر اس کا مسلمان باقی رہنا بہت ہی مشکل ہے، لہٰذا مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ سرکاری سطح پر یا غیر سرکاری سطح پر ایسے ادارے وجود میں لائیں جن میں ایسے بچوں کی دینی نہج پر تربیت ہو سکے، کافروں کے حوالہ کرنا یہ ایمان

دغیرت کے خلاف ہے اور نا جائز ہے۔(۲۹)

۶۔ جو لاوارث بچہ مسلمانوں کے علاقے میں مل جائے وہ مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کی پرورش کا حقدار مسلمان ہوگا، جو بچہ کافر ذمیوں کے علاقے میں پایا جائے گا وہ ذمی ہوگا، کوئی ذمی اگر اس کی پرورش کرنا چاہے تو اس کو دے دیا جائے، ورنہ مسلمان ہی پرورش کرے، امید ہے کہ وہ بڑا ہو کر مسلمان ہی ہوگا، یہ اس کے لئے ابدی سعادت کا ذریعہ بنے گا۔(۳۰)

۷۔ لاوارث بچہ مجہول النسب ہوگا، خود سے اس کو کسی کی نسبت کرنا صحیح نہیں، لیکن اگر کوئی شخص اس کے نسب کا دعویدار نکل آئے کہ یہ میرا بچہ ہے تو اس سے نسب ثابت ہوگا، یہ اس مدعی کا بچہ کہلائے گا، اس میں بچہ کا فائدہ ہے، تعلیم وتربیت کے علاوہ اس سے بغیر باپ کے ہونے کا عار بھی دور ہو جائے گا، اگر کئی دعویدار نکل آئے تو جس کے پاس ہو گواہ موجود ہوگا، اسی کو دے دیا جائے گا۔(۳۱)

۸۔ مسجد میں اگر چہ گمشدہ چیز کی تلاش کے لئے اعلان کرنا جائز نہیں، لیکن گمشدہ بچہ کا اعلان انسانی جان کی اہمیت کے پیش نظر جائز ہے۔(۳۲)

ضالۃ کے احکام:

ا۔ جانوروں میں بھی لقطہ جائز ہے، جس کے لئے حدیث میں ''ضالۃ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، یعنی اگر کسی کا کوئی گم شدہ جانور کسی شخص کو مل جائے تو اسے پکڑ لینا اور اس کی تشہیر کر کے اس کے مالک تک پہنچا دینا جائز ہے. جیسا کہ حضرت زیدؓ کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے اور اس روایت میں مذکورہ حکم کہ اونٹ کو پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اس زمانے میں تھا جبکہ امانتدار اور خیر و بھلائی کے حامل لوگوں ہی کا غلبہ تھا جس کی وجہ سے اگر کسی کا جانور کوئی نہ پکڑتا تھا تو کسی خائن کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا، لیکن اب اس زمانہ میں یہ بات مفقود ہے اور امانت و دیانت کے حامل لوگ بہت ہی کم ہیں، اس لئے مخلوق خدا کے مال کی حفاظت کا تقاضا یہی ہے کہ جو جانور جہاں مل جائے اسے بطور لقطہ پکڑ لایا جائے اور اس کے مالک تک پہنچانے کی کوشش کی جائے۔(۳۳)

۲۔ اگر مدت تشہیر کے دوران جانور کے کھلانے پلانے پر کچھ خرچ ہوا ہے تو وہ احسان شمار ہوگا، یعنی اس کا مطالبہ مالک سے نہیں کیا جائے گا، بشرطیکہ وہ خرچ حاکم کی اجازت کے بغیر کیا گیا ہو اور اگر جانور پکڑنے والے نے حاکم کی اجازت سے اس جانور پر کچھ خرچ کیا تو اس کی ادائیگی مالک پر بطور قرض واجب ہوگی کہ جب وہ مالک اپنا جانور حاصل کرے تو اس کے جانور کو پکڑنے والے نے اس پر جو کچھ خرچ کیا ہے وہ سب ادا کر دے، اس صورت میں لقطہ رکھنے والے کو یہ حق حاصل ہوا گا کہ جب تک مالک ایسے سارے اخراجات ادا نہ کر دے، وہ لقطہ کو اپنے پاس روکے رکھے۔ جانور پر خرچ کرنے میں اگر مالک کی بہتری ہو تو قاضی اس کے اخراجات پورے کرنے کی اجازت دے دے، اور اگر قاضی یہ دیکھے کہ اس صورت میں مالک کو بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا تو پھر اس چیز کو فروخت کر دے اور اس کی رقم کو رکھ دے تا کہ جب مالک آجائے تو اسے دے دی جائے.(۳۴)

حوالہ جات

(۱) سورۃ یوسف، ۱۲ : ۱۰

(۲) سیوطی، حافظ جلال الدین، عبدالرحمن بن ابی بکر، الاکلیل فی استنباط التنزیل، مکتبہ اسلامیہ، کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ، ص: ۱۳۰

(۳) الشیخ نظام و جماعۃ من علماء الهند، الفتاوی الهندیۃ فی مذهب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، نورانی کتب خانہ، پشاور، کتاب اللقطہ، ۲ : ۲۸۹، و کتاب اللقیط، ۲ : ۲۸۵. نیز ملاحظہ ہو:
سعیدی ابو الجیب، القاموس الفقهی، ادارۃ القرآن، کراچی، ص: ۳۳۲

(۴) محمد بن فرج المعروف بابن الطلاع، اقضیۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، تحقیق و حواشی محمد ضیاء الرحمن، معارف اسلامی، منصورہ، ۱۹۹۱ء ص: ۱۰۲

(۵) سید سابق، فقہ السنۃ، دار الکتب، پشاور، بحث اللقطۃ، ۳: ۲۳۱

(۶) الدارمی، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمن، السنن، کتاب البیوع، باب فی الضالۃ، حدیث نمبر: ۲۶۰۵. ۲: ۱۷۹

(۷) مشکوٰۃ المصابیح، کتاب اللقطۃ، الفصل الثانی.

(۸) البخاری، محمد بن اسمعیل، الصحیح، کتاب اللقطۃ، باب ضالۃ الابل، حدیث نمبر: ۲۴۲۷.
مسلم بن الحجاج القشیری، الصحیح، کتاب اللقطۃ، باب معرفۃ العفاص والوکاء و حکم ضالۃ الغنم والابل، حدیث نمبر: ۴۴۹۸

(۹) امام ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، دار الفکر، بیروت، کتاب اللقطہ، باب ضالۃ الابل، ۵: ۸۲

(۱۰) المرغینانی، ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل، الهدایۃ، مطبع مجتبائی، دهلی، ۱۳۷۵ھ، کتاب اللقطۃ، ۲: ۵۹۴

(۱۱) غازی پوری، مولانا عبد اللہ جاوید: مظاهر حق (جدید) شرح مشکوۃ المصابیح، دار الاشاعت، کراچی، ۱۹۹۴ء، باب اللقطۃ، الفصل الاول، ۳: ۲۱۳. نیز مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
وهبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، ۱۹۸۹ء، بحث اللقطۃ، ۵: ۷۷۶، ۷۷۷

(۱۲) امام مالک بن انس، الموطا، کتاب القضاء، باب القضاء فی اللقطۃ، مطبع مجتبائی، لاهور، ص: ۶۴۷

(۱۳) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
محمد بن احمد بن ابی سهیل سرخسی، المبسوط، دار المعرفۃ، بیروت، بار دوم، کتاب اللقطہ، ۲:

۲۴۸، ۲۴۹.

عثمان بن علی الزیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، دار المعرفة، بیروت، کتاب اللقطه، ۳: ۳۰۲.
:۳۰۵.

ابن رشد،محمد بن احمد ، بداية المجتهدونهاية المقتصد،دارالفكر ، بيروت ،۱۹۹۵ ء ، كتاب اللقطة،
۲ : ۲۴۸، ۲۴۹.

الزحیلی، الفقه الاسلامی وادلته ، ۵: ۷۸۱، ۷۸۲

(۱۴) صحیح البخاری ،کتاب اللقطه ،باب اذا وجد تمرة من الصدقة فی الطریق .

(۱۵) امام ولی الدین ،محمد بن عبداللّٰه الخطیب ، مشکٰوة المصابیح ،کتاب اللقطه،الفصل الثانی.

(۱۶) مظاہر حق،۳:۸۱۲

(۱۷) مفتی احسان اللہ شائق،جدید معاملات کے شرعی احکام،دارالاشاعت،کراچی،۲۰۰۷ء،۲:۱۱۲۔

(۱۸) الهداية ،كتاب اللقطه ،۲ : ۵۹۴،۵۹۵ . مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:
مفتی رشید احمد لدھیانوی،احسن الفتاوای،ایچ ایم سعید کمپنی،کراچی ،۶:۴۶۹۔۴۷۴۔

(۱۹) الصحيح للمسلم ،کتاب المساجد ،باب النهی عن تشد الضالة فی المسجد ومایقوله من سمع الناس.

(۲۰) مولانا ظفیر الدین،اسلام کا نظام مساجد،دارالاشاعت،کراچی،ص۱۸۶۔
مولانا محمد یوسف لدھیانوی،آپ کے مسائل اوران کا حل،مکتبہ بینات،کراچی،۱۹۹۳ء،ص۱۴۴۔

(۲۱) المرغينانی ،الهداية ،كتاب اللقطه ،۲ : ۵۹۷ .

(۲۲) مظاہر حق،۳:۲۱۰

(۲۳) القصص، ۲۸ : ۸

(۲۴) یوسف، ۱۲ : ۱۰

(۲۵) المقداد بن عبد الله السیوری، کنز العرفان فی فقه القرآن، مطبعة حیدری ،طهران، ۲: ۸۲، ۸۳

(۲۶) ابن العربی،ابوبکر محمد بن عبدالله ، احکام القرآن،دارالمعرفه،بیروت ،۱۹۷۲ء ، ۳: ۱۰۷۹
ابن رشد، بداية المجتهد، كتاب اللقطه، باب فی اللقيط ۲: ۲۵۱

(۲۷) الزحیلی الفقه الاسلامی وادلته، ۵: ۷۶۵، ۷۶۶ . نیز ملاحظہ ہو:
الفتاوٰی الهندية، كتاب اللقيط، ۲: ۲۸۸، ۲۸۹؛ .

(۲۸) ابی الفرج عبد الرحمن بن محمد بن احمد بن قدامه المقدسی، الشرح الکبیر مع المقنع، وزارة الشؤون الاسلامية،السعودية، ۱۹۹۸ء، باب اللقيط، ۱۶: ۲۸۹. ۲۹۲، ۲۸۱ .
الفتاوٰی الهنديه، كتاب اللقيط، ۲: ۲۸۶

(۲۹) احسان اللہ شائق، جدید معاملات کے شرعی احکام،۲:۱۱۴۔

(۳۰) ایضاً

(۳۱) الهداية ، كتاب اللقيط ،۲:۵۹۲

(۳۲) مولانا محمد یوسف لدھیانوی، آپ کے مسائل اور ان کا حل،۲:۱۴۴

(۳۳) المرغيناني ،الهداية، ۲: ۵۹۵؛ .

السيد سابق فقه السنة ،بحث اللقطه، ۳: ۲۳۳ ،ومظاهر حق ،۳:۲۱۵

(۳۴) المرغيناني، الهداية، كتاب اللقطه، ۲: ۵۹۵، ۵۹۶: .

عبد الله جاويد غازى، مظاهر حق (جديد)، باب اللقطه، ۳: ۲۱۰

☆☆☆☆☆